۲

رمضان المبارک کا بابرکت آخری عشرہ

دُعاؤں کی قبولیت کے ایام

(فرمودہ ۲۰ - جنوری ۱۹۳۳ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورة فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ کھانسی کی وجہ سے میرا گلا ابھی صاف نہیں ہوا اِس لئے میں زیادہ تو بول نہیں سکتا لیکن چونکہ یہ رمضان کا آخری عشرہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ برکات کے دن ہیں اس لئے جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتاہوں کہ وہ جس حد تک ہوسکے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمام کاموں کی کامیابی کو دعاؤں پر مبنی کیا ہے اور یہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ مشکل سے مشکل کام میں کامیابی ہوجاتی ہے۔ نادان اپنی نادانی سے بعض ایسی دعاؤں کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی مصلحت کے ماتحت قبول نہیں ہوتیں یا بعض ایسی دعاؤں کی وجہ سے جن کی نسبت وہ خیال کرلیتا ہے کہ قبول نہیں ہوئیں' اس غلط فہمی میں مبتلاء ہوجاتا ہے کہ دعا ایک بے فائدہ چیز ہے۔ حالانکہ دعا ایسا زبردست آلہ اور زبردست ہتھیار ہے کہ اس کے ذریعہ اگر پہاڑوں کو بھی ہلایا جائے تو وہ ہِل جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑے ہتھیار جو اِس زمانہ میں ایجاد ہوئے ہیں جن کو پہلے دنیا نہیں جانتی تھی وہ توپ اور بم ہیں۔ لیکن توپ کے گولہ کا لگنا بھی یقینی نہیں ہوتا اور توپ بھی کچھ میلوں پر جاکر آخر ختم ہوجاتی ہے۔ ہوائی جہاز کے بم بھی اکثر خطا جاتے ہیں۔ پھران سے بچنے کے ذرائع بھی موجود ہیں۔ لیکن دعا ایک ایسی چیز ہے جس کے حملہ سے بچاؤ کسی کیلئے ممکن نہیں۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں یہود کی خفیہ ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ایران کے بادشاہ کو جو آج کل کی انگریزی حکومت کی طرح نصف کرۂ عالَم پر قابض تھا اور تمام ایشیاء میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی' اسے رسول کریم ﷺ کے متعلق خیال پیدا ہوا کہ وہ میرے مخالف ہیں اور شاید میری سرحد پر فساد کرنا چاہتے ہیں- اس نے اپنے یمن کے گورنر کے نام خط لکھا کہ میں نے سنا ہے عرب میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا مدعی ہے' تم فوراً اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو- ایرانی حکومت کا جو دبدبہ اور رُعب اُس زمانہ میں تھا اور جس قدر شوکت اسے حاصل تھی' اس کو دیکھتے ہوئے یمن کے گورنر نے گرفتاری کیلئے کوئی فوج بھیجنے کی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ صرف تین آدمی بھیج دیئے اور انہیں حکم دیا کہ جاکر اس شخص کو لے آؤ- ساتھ ہی نصیحت کی کہ شاید عرب کا باشندہ ہونے کی وجہ سے وہ کسریٰ کی شان و شوکت سے ناواقف ہو' اس لئے اسے کہنا کہ وہ بغیر کسی حجت اور قیل و قال کے آجائے- میں کسریٰ کے پاس اس کی سفارش کروں گا اور کہوں گا کہ اگر اس کا قصور بھی ہے تو معاف کردے- وہ لوگ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور آکر اپنا یہ مقصد بیان کیا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ تا آپ کو گورنرِ یمن کے پاس حاضر کیا جائے- آپ نے فرمایا:- میں تیسرے دن اِس کا جواب دوں گا- انہوں نے کہا ہم خیرخواہی سے آپ کو کہتے ہیں کہ کسی نے کسریٰ کے پاس آپ کی جھوٹی شکایت کردی ہے- اگر آپ گورنر یمن کے پاس حاضر ہوجائیں گے تو وہ آپ کی سفارش کا وعدہ کرتے ہیں- آپ نے پھر وہی جواب دیا اور فرمایا میں تیسرے دن اِس کا جواب دوں گا- آپ مدینہ میں تھے اور کسریٰ مدائن میں- مدینہ اور مدائن کے درمیان بیسیوں مضبوط قلعے تھے جن میں دس دس پندرہ پندرہ ہزار فوجی تھے- مدائن کو فتح کرتے وقت باوجود اس کے کہ اسلامی لشکر سیلاب کی طرح بڑھتا چلا جاتا تھا پھر بھی سالہاسال لگے- اور ہزارہا مسلمان ایک ایک لڑائی میں شہید ہوئے- مگر باوجود اس کے کہ ہزاروں آدمیوں کے مارے جانے کے بعد مدائن فتح ہوا اور باوجود اس کے کہ اس کو فتح کرنے میں سالہاسال لگے' آج تک مسلمان اس فتح کو معجزہ قرار دیتے ہیں اور یورپ اس کی توجیہیں کرتا ہے- پس اگر اس وقت رسول کریم ﷺ کو وہی شوکت حاصل ہوتی جو حضرت عمرؓ کے وقت مسلمانوں کو حاصل تھی- اور اگر آپ اس گستاخی کے جواب میں کسریٰ پر حملہ بھی کرتے تو بھی مدائن کو فتح کرنے میں کئی سال لگتے- اور ممکن تھا کہ اس فتح کے بعد کسریٰ کسی اور علاقہ

میں بھاگ جاتا یا کہیں چھپ جاتا اور اس طرح مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ رہتا۔ غرض انسانی تدابیر کے ساتھ اگر یہ بات ممکن بھی ہوتی' تب بھی اس کیلئے سالوں چاہئیں تھے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور جب تیسرے دن وہ لوگ جواب کیلئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تم جاؤ۔ اُس زمانہ میں کسریٰ کی رعایا اُسے خداوند کہہ کر یاد کیا کرتی تھی۔ گویا وہ ان کا مجازی خدا تھا۔ اور ہمیشہ بات کرتے وقت وہ کسریٰ کو خداوند کہتے اور کہا کرتے تھے کہ ہمارا خداوند یوں کہتا ہے۔ آپ نے بھی اسی تلازمہ[۱] کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا۔ جاؤ! میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ آج کی رات اس نے تمہارے خداوند کو مارڈالا ہے۔ وہ لوگ یہ الفاظ سن کر کانپ اُٹھے اور کہنے لگے شاید یہ دیوانہ ہوگیا ہے جو کسریٰ کی طاقت سے اِس قدر ناواقف ہے۔ انہوں نے کہا۔ آپ اپنے آپ پر اور اپنے ملک پر رحم کریں کسریٰ کی فوجیں عرب کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گی۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ میرا وہی جواب ہے' جاکر گورنر سے کہہ دو۔ وہ لوگ واپس چلے آئے۔ اور انہوں نے گورنر سے کہا کہ یا تو وہ شخص دیوانہ ہے اور یا خدا کا نبی۔ گورنر کہنے لگا ہم انتظار کریں گے۔ اگر اِس کی یہ بات سچی نکلی تو وہ واقعہ میں خدا کا نبی ہوگا اور ہم اُس کی اطاعت میں جلدی کریں گے۔ غرض اُس نے انتظار کیا' یہاں تک کہ ایران کے جہاز وہاں پہنچے اور ایران کے بادشاہ کا خط گورنر یمن کے نام آیا۔

اُس زمانہ میں جیساکہ دستور تھا گورنر چند قدم بڑھ کرآگے آیا۔ اس نے ایلچی سے خط لیتے ہوئے اسے بوسہ دیا' سینہ سے لگایااور پھراسے کھولا۔ مگرجب اس نے خط اپنے ہاتھ میں لیا تو معاًاُس کا رنگ متغیر ہوگیا۔ کیونکہ اس پراس بادشاہ کی مُہر نہیں تھی جو اُس وقت حکمران تھاجبکہ وہ گورنر بنایا گیا تھا بلکہ اس کے بیٹے کی مُہر تھی۔ اس نے خط کھولا تواس میں لکھا تھا' ہم نے اپنے باپ کے ظلموں کو دیکھ کراور یہ محسوس کرکے کہ رعایااس سے سخت تنگ ہے' اسے فلاں دن قتل کردیا ہے اوراب ہم تختِ حکومت کے وارث ہیں۔ گورنرِیمن نے جب حساب لگایا تواسے معلوم ہوا کہ جس رات کسریٰ قتل ہوا' وہ وہی رات تھی جب رسول کریم ﷺ نے بتلایاتھا کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خداوند کو مارڈالا ہے۔ پھر آگے لکھاتھا۔ ہمارے باپ نے عرب کے ایک مدعی نبوت کے متعلق بھی ایک ظالمانہ حکم جاری کیا تھا۔ ہم اسے بھی منسوخ کرتے ہیں' اس بارے میں قطعاً کوئی کارروائی نہ کی جائے[۲]۔

اب کُجا مدینہ اور کُجا مدائن' سینکڑوں میلوں کا فاصلہ ہے۔ درمیان میں بیسیوں ایسی چھاؤنیاں ہیں جو فوجوں سے پُر ہیں اور جن کا مقابلہ متمدن حکومتوں سے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ قیصر کی حکومت بھی اپنی شوکت کے باوجود مدائن کو فتح کرنے سے قاصر رہی۔ اگر رسول کریم ﷺ کے پاس توپیں بھی ہوتیں تو کہاں تک مار کرتیں۔ مگر دعا تھی جو آسمان پر گئی اور وہاں سے مدائن پر بم گرا جس نے کسریٰ کو ہلاک کردیا۔ ہوائی جہازوں کے بم اِدھر اُدھر گرسکتے ہیں مگر دُعا کا بم کبھی خطا نہیں کرتا اور ہمیشہ نشانہ پر بیٹھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا۔ دشمنوں نے آپ کو گرفتار کرنا چاہا مگر خدا نے ہمیشہ آپ کو محفوظ رکھا۔ ایک انگریز نما پادری تھا' اُس نے ایک شخص کو سکھلادیا کہ وہ کہے حضرت مرزا صاحب نے اس کے قتل کیلئے اسے بھیجا ہے۔ وہ زمانہ آج سے ۳۵ سال پہلے کا تھا جبکہ ہر انگریز دنیا میں خدا کا بروز سمجھا جاتا تھا اور جبکہ بڑے سے بڑا نواب بھی اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا اور کانپتا تھا۔ اُس وقت ایک پادری شکایت کرتا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک شخص کو میرے قتل کیلئے بھیجا ہے۔ ڈپٹی کمشنر بغیر تحقیقات کے آپ کے نام وارنٹ جاری کردیتا ہے۔ مخالف خوش ہوتے ہیں کہ ابھی مرزا صاحب ہتھکڑی پہنے عدالت میں حاضر کئے جائیں گے۔ مگر اِدھر ڈپٹی کمشنر نے وارنٹ جاری کیا' اُدھر بغیر کسی قسم کی زمینی اطلاع کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا جاتا ہے کہ حکومت کی طرف سے ایک خطرہ ہے مگر وہ یونہی اُڑ جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس الہام کو اپنی جماعت میں بیان کردیتے ہیں۔ اُدھر عیسائی' آریہ اور غیراحمدی مولوی تمام اکٹھے ہوجاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گرفتار کرائیں۔ چونکہ لیکھرام کا واقعہ ابھی تازہ تھا' اس لئے پنڈت رام بھجدت مشہور آریہ وکیل اپنی خدمات عیسائیوں کیلئے مفت پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ نہ صرف لاہور کیلئے اپنی خدمات پیش کرتا ہے بلکہ بٹالہ آنے کیلئے بھی ہر وقت تیار ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی عیسائیوں کی امداد کیلئے تیار ہوجاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مَیں عدالت میں مرزا صاحب کے خلاف گواہی دوں گا کہ یہ شخص واقعہ میں ایسا ہی مجرم ہے۔ غرض سارے کے سارے دشمن مل کر عدالت میں اِس امید کے ساتھ جاتے ہیں کہ وارنٹ گیا ہوا ہے' ابھی مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگائے عدالت میں حاضر کیا جائے گا۔ لیکن

الٰہی تصرف اور خدائی سامان کے جن کے سامنے انسانی تدابیر سب باطل ہوجاتی ہیں' ان کے نتیجہ میں ہوتا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالکل آزادی کے ساتھ عدالت میں پہنچتے ہیں- ڈپٹی کمشنر آپ کو نہایت اعزاز سے کرسی پر بٹھاتا ہے- یہ دیکھ کر دشمن حیران ہوجاتا ہے کہ جاری تو وارنٹ ہوئے تھے مگر یہ آزادانہ طور پر یہاں کس طرح پہنچ گئے- مگر ان کو کیا معلوم کہ الٰہی تصرّف نے وارنٹ کے ساتھ کیا کیا- ڈپٹی کمشنر نے وارنٹ تو جاری کردیا لیکن اس کی تعمیل میں التواء ہوگیا- وارنٹ کہیں کاغذوں کے نیچے دب گیا- تیسرے دن اسے خیال آیا میں نے جو وارنٹ جاری کیا ہے مجھے اس کے جاری کرنے کا اختیار نہیں تھا- وہ فوراً گورداسپور تار دیتا ہے کہ میں نے جو مرزا صاحب کے متعلق وارنٹ جاری کیا ہے اس کی تعمیل نہ کی جائے- گورداسپور کی عدالت والے حیران ہوتے ہیں کہ ایسا وارنٹ تو کوئی آیا نہیں- وہ لکھتے ہیں ایسا وارنٹ ہمیں نہیں ملا- آخر وارنٹ جاری کرنے والے ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے کاغذات میں ہی پڑا رہتا ہے اور اُسے بھیجنے کی بھی توفیق نہیں ملتی-

گورداسپور کا ڈپٹی کمشنر جو اَب تک زندہ ہے' ڈگلس اِس کا نام تھا- وہ سخت متعصب عیسائی تھا اس کے تعصب کی یہ ایک مثال ہے کہ جب وہ آیا تو اس نے آتے ہی کہا کہ میں سنتا ہوں یہاں ایک شخص مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' کیا ابھی تک اس کو سزا نہیں ملی- یہ حالات تھے مگر مقدمہ کے دوران میں اس کے دل میں یہ بات میخ کی طرح گڑ جاتی ہے کہ مرزا صاحب پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے- سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بیان کیا- میں نے دیکھا بٹالہ کے سٹیشن پر ڈگلس صاحب گھبرائے ہوئے پھر رہے ہیں کبھی اِدھر جاتے ہیں اور کبھی اُدھر- میں نے ان کیلئے کرسی بچھائی مگر وہ نہ بیٹھے- میں نے کہا آپ بیٹھ جائیں- وُہ کہنے لگے میری طبیعت خراب ہے اتنا کہہ کر پھر ان پر گھبراہٹ غالب آگئی اور وہ مضطربانہ حالت میں ٹہلنے لگ گئے- میں نے کہا صاحب! آخر بات کیا ہے- انہوں نے کہا میں حیران ہوں کہ کیا کروں؟ ایک طرف مجھ پر زور دیا جارہا ہے کہ مرزا صاحب پہلی دفعہ قابو آئے ہیں' انہیں اچھی طرح سزا دی جائے- دوسری طرف میری یہ حالت ہے کہ میں جدھر جاتا ہوں مرزا صاحب کی صورت میرے سامنے آجاتی ہے- اور وہ یہ کہتی مجھے نظر آتی ہے کہ الزام بالکل جھوٹا ہے- اتنا کہہ کر ڈگلس صاحب بیٹھ گئے- سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مجھے بتایا میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں' یہ شخص سچا ہے- اور جو مقدمہ کھڑا کیا گیا ہے محض جھوٹا اور بناوٹی ہے- وہ پوچھنے لگے پھر اس کیلئے کیا

تدبیر اختیار کی جائے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کہا تدبیر یہ ہے کہ گواہ کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکالا جائے اور اس سے صحیح صحیح واقعہ پوچھا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے فوراً آرڈر دے دیا۔ اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے اس شخص کو اپنی حراست میں لے لیا اور اس سے اصل واقعہ پوچھا۔ چونکہ وہ بہت ڈرا ہوا تھا اور عیسائیوں نے اسے دھمکایا تھا۔ اس لئے پہلے تو اس نے یہی کہا کہ مرزا صاحب نے مجھے فلاں پادری کو قتل کرنے کیلئے بھیجا۔ مگر جب اسے تسلی دے کر پوچھا گیا کہ اور کہا گیا کہ اگر وہ سچ بول دے گا تو اسے کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی تو وہ روتا ہوا سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا مجھے عیسائیوں نے یہ سکھلایا تھا کہ میں مرزا صاحب پر یہ الزام لگاؤں اور مجھے کہا گیا تھا کہ اگر تم الزام نہیں لگاؤ گے تو تمہیں چوری کے جرم میں ہم سزا دلوادیں گے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے یہ سارا واقعہ ڈپٹی کمشنر صاحب کو بتلادیا۔ جس سے ان کی تسلی ہوگئی اور دو تین معمولی پیشیوں کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بری کردیا گیا۔

ڈگلس آج تک زندہ ہے اور وہ بیان کیا کرتا ہے کہ میری زندگی میں یہ ایک عجیب واقعہ ہوا۔ کئی انگریزوں کو وہ یہ واقعہ سناچکا ہے اور جب اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ اپنی زندگی کا کوئی عجیب واقعہ سناؤ تو وہ یہی قصہ بیان کیا کرتا ہے۔ غرض یاد رکھو جو کام دعا کرسکتی ہے وہ نہ توپ کرسکتی ہے' نہ بندوق کرسکتی ہے' نہ تلوار کرسکتی ہے' نہ گولہ بارود کرسکتا ہے' نہ تیرو تفنگ کرسکتا ہے' نہ فوجیں کرسکتی ہیں۔ وہ خدا کی حفاظت میں آجاتا ہے اور یاد رکھو کہ یہ وہ دن ہیں جن میں خدا کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔

پس ان دنوں میں دعائیں کرو نہ صرف اپنے لئے بلکہ سلسلہ اور اسلام کی ترقی اور جماعت کی اصلاح کیلئے بھی۔ اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرما کر قلوب میں وہ نور پیدا کرے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دنیا پر کفر غالب آرہا ہے' دہریت پھیلی ہوئی ہے اور عقائد میں تزلزل واقعہ ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ وہ دن جن کے متعلق کفر اور فلسفہ کہتا ہے کہ نہیں آئیں گے' جلد از جلد دنیا آئیں دنیا میں اسلام کی شوکت ظاہر ہو اور دین کا جلال چمکے۔

(الفضل ۲۶ - جنوری ۱۹۳۳ء)

۱؎ تلازمہ: مضمون کی رعایت سے الفاظ کا استعمال۔ رعایت لفظی

۲؎ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۴۷ تا ۲۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۸۷ء